OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828; pISSN: 2519-6480
Vol.13 Issue 14 December 2023

استحقاق والدین کی کفالتی جہات: اصول شریعت کی روشنی میں

ASPECTS OF RIGHTS OF PATERNAL SUPPORT BY CHILDREN: A STUDY IN THE LIGHT OF SHARIAH PARADIGM

Dr. Tahira Abdul Quddus
Assistant Professor, Lahore College for Women University, Lahore

Fakhra Rani
Lecturer, Government APWA College for Women, Jail Riad, Lahore

Abstract: Kifalat is to be responsible, to stand sponsor, to ensure and to maintain. Food, Clothing and accommodation of Parents are the fundamental as well as Islamic rights. State and children are responsible to ensure these basic rights of parents. Land of the pure does not have any comprehensive constitutional protection to the basic necessities of Parents as enshrined in Islamic principles. The privileges of Parents and obligations of children to them have greatly been emphasized in all the Religions of the world in general and especially in Islam. In light of Guidelines laid in Holy Quran and the Hadith, Jurists of all Sects in Islam are unanimous that financially stable Children are bound to support their parents who are unable to maintain themselves**.** In west, tendency of leaving Parents at the disposal of Old Homes is at climax. Here, in Asian Societies, this trend is also getting light of the day. In instant era of rapid downfall of morality and ethics in Pakistan, the majority of Broods in Pakistani Society are found having least interest in taking care of their Parenthoods and this practice is totally against the Spirit of Islam. Race to follow western dominated Civilization, Materialism, Character-lessness and Modernity have deteriorated the very norms of Islamic Society. Some Concrete and urgent steps in right direction of proclamation of new legislations ensuring the basic rights of parents are need of the hour. This Pakistani society created upon Islamic Principles is at its threshold in absence of Tangible Legislation.

Key words: Kifalat, Guardianship, rights of parents, Islamic Sharia

اللہ رب العزت کے بعد بندے پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے۔ لیکن وہ حق بھی دیگر حقوق کی طرح غیر محدود نہیں ہے دیگر مذاہب میں اس قدر تفصیل سے حدود کی وضاحت نہیں کی گئی جتنا دین اسلام نے اس کی جزئیات کو پیش کیا۔ اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے یعنی ان کے ساتھ ایسی گفتگو کی جائے جس سے محبت چھلکتی ہو اور ایسا مالی تعاون جس سے شفقت و محبت کے آثار نمایاں ہوں۔ احترام و ادب کا پہلو ہر وقت غالب ہو، اہتمام سے زیارت و تعاون ہو ان کی کفالت کی ادائیگی میں سعی تمام ہو، ان کے مقام معزز و مکرم کی حفاظت ہو، اور نفرت آمیز سخت گیر کلام نہ ہو۔

والدین کی کفالت واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر جس کا ثبوت قرآن مجید فرقان حمید اور سنت رسول ﷺ اور اجماع سے ثابت ہے۔ اگر اولاد مسلم ممالک میں ہو اور والدین غیر مسلموں کے ملک میں ہوں تو بھی والدین کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کا برتاؤ کرنے کا حکم ہے۔ اگر والدین ظالم ہوں اور اولاد کے خیر خواہ نہ ہو تو پھر بھی شریعت اسلامیہ ان کی کفالت کا درس دیتی ہے۔ والدین کی کفالت جہاں والدین کا حق ہے وہیں حکم الہی ہونے کی وجہ سے اللہ کا بھی حق ہے، جب اولاد ظالم ماں باپ کی بھی کفالت کرے گا تو وہ اللہ کا حق ادا کرنے والا ہوا لہذا اجر بھی اللہ ہی دے گا۔ جب والدین محتاج ہوں اور ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو اولاد کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی کفالت کرے اور ان کا مالی تعاون کرے اور اس دوران والد اور والدہ کے درمیان مساوات اور برابری کرنا سنت ہے تاکہ کسی ایک کی دوسرے پر ترجیح ظاہر ہونے سے دوسرے کی دل شکنی نہ ہو، والدین کی کفالت سے انکار کرنا، انہیں بلا کسی شرعی بنیاد و اذیت پہنچانا، ان کی حق تلفی کرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کی وجہ سے سوء خاتمہ کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے لیکن والدین کی خدمت اور حسن سلوک کے اعتبار سے والدہ، والد پر مقدم ہے کیونکہ اولاد کی پیدائش کے حوالے سے ماں تکالیف کو برداشت کرتی ہے۔

بہر حال والدین کی کفالت واجب ہے جو جمع پونجی اولاد کے پاس ہے اسی میں سے وہ والدین کی ضروریات کی تکمیل بھی کرے گی۔ زکوۃ وغیرہ کے پیسے سے ان کی کفالت نہیں کی جائے گی کیونکہ جس شخص کے ذمے شرعی کسی کی کفالت لازم ہو تو وہ شخص اپنی زکوۃ سے اس کفالت واجبہ کو ادا کرنا درست نہیں۔ جب اولاد شعور کی آنکھ کھولتی ہے تو اسے صاف نظر آتا ہے کہ اسے اس مقام تک پہنچانے والے اس کے والدین ہیں۔ والدین نے تو اپنا فرض پورا کیا اب اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض کو انجام دے اور ان کی کفالت کرنے سے گریز نہ کرے

شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے یہ بات بہت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ والدین کی کفالت سے رزق میں برکت، فراوانی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے، جب کہ والدین کی نافرمانی کرنے والا اور ان کی کفالت سے انکار کرنے والا اللہ کی

رحمت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ ہم والدین کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھیں ان کی کفالت محبت و چاہت سے کریں اس معاملے میں قرآن و سنت سے ہمیں جو رہنمائی ملتی ہے اس کی روشنی میں اپنے رویوں کو درست اور کردار کی تعمیر کریں۔ اس باب میں کفالت کا مفہوم، اقسام، اصطلاحات، اسباب و حالات نیز کفالت کا تصور از روئے قرآن و حدیث بیان کیا جائے گا۔ تاکہ کفالت کا صحیح ترین تصور واضح ہو جائے

کفالت کا مفہوم:

کفالت کا مادہ کَفَلَ ہے، جو باب ضَرَبَ یَضْرِبُ کے وزن پر ہے۔ کفالت دراصل کسی کی ذمہ داری اٹھانے اور اسے خوراک، لباس اور رہائش مہیا کرنے کو کہا جاتا ہے نیز کفالت کرنے والے کو کفیل کہتے ہیں، کیونکہ کفیل اپنے زیر کفالت افراد کو کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر اخراجات میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور ان کی پرورش اور خبر گیری کرتا ہے تو اس پرورش اور خبر گیری اور اپنے ساتھ ہر چیز میں ملا لینے کی وجہ سے یہ شخص کفیل کہلائے گا اور جن کی کفالت کرتا ہے وہ مکفول کہلائیں گے اور یہ سارا عمل کفالت کہلائے گا۔

کفالت کا معنی متعدد، عربی، اردو اور انگریزی لغات میں مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

كفل: الكَفَل، بالتحريك: العجز، ردف العجز، وقيل: والقطن يكون للانسان والرابة، [1] و انها لعجزاء الكفل، والجمع اكفال، ولجمع أكفال، والايشتق منه فعال ولا صفته۔ [2]

"کفل: الکفل کا معنیٰ حرکت کے ساتھ پچھلا حصہ اور کہا جاتا ہے پچھلا حصہ کسی چیز کا اور روٹی کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، چاہے انسان کے لیے ہو یا حیوان کے لیے اور اسکی جمع اکفال ہے، اس سے نہ فعل مشتق ہے اور نہ ہی صفت۔"

اور کفل اس شخص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو کہ جنگ میں سب سے آخر میں ہوتا ہے اور اس کی ہمت و ارادے میں تاخیر و فرار ہوتا ہے اور کفیل کسی چیز کے ضامن ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے جسے کفل یکفل کفالۃ۔ کسی چیز کا ضامن"

امام راغب اصفہانی رقم طراز ہیں:

كفل: الكفالة الضمان، تقول تكفلت بكذا وكفلته وفلانا [3]

وقرىء (وكفالها زكريا) اى وكفلها الله تعالى، ومن خفف جعل الفعل لزكريا، المعنى تضمنها، قال الله تعالى (وقدجعلتهم الله عليكم الكفيلا) والكفيلالحظ

الذي فيه الكفا يةكا نه تكفل بامره نحوقوله تعالى (فقال اكفليها) اى اجعلنى كفلا لہا۔ (4)

"کفل، کفالت اور ضمانت کو کہتے ہیں۔ جیسے آپ کہے میں فلاں کا ضامن ہوں اور میں نے فلاں کو ضامن بنایا اور پڑھا گیا ہے "وکفلہا زکریا" یعنی اللہ تعالی نے حضرت زکریا کو کفیل بنایا یعنی اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ضامن بنادیا۔"

اور کفیل اس حصے کو کہتے ہیں جس میں انسان کے لئے کفایت ہو یا جو انسان کے لئے کافی ہو گویا کوئی چیز کسی کے سپرد کرنا جیسے اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے "فقال اکفیلھا" یعنی اپنا کام کسی کے سپرد کرنا یا اپنے کام میں کسی کو کفیل بنانا۔"

علامہ محمد ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

هی لغه الضم قال تعالى كفلها زكريا انت زكريا اى نفسه وقال عليه الصلاه والسلام "انا وكافل اليتيم كهاتين" اي ضام اليتيم الى نفسه(5)

"لغت میں اس کے معنی ملا لینے کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے "اور زکریا نے اس کی کفالت کی" یعنی اس کو اپنے ساتھ ملا لیا اور "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اور یتیم کا کفیل ان دو (انگلیوں) کی طرح قریب ہوں گے تو معنی یتیم کو اپنے ساتھ ملا لینے والا ہوا۔"

فیروز اللغات کے مطابق:

کفالت سے مراد ذمہ داری ٔضمانت ٔضمانتی بار اٹھانا(6)۔ گارنٹی اور پرورش(7)۔ اور ضامنی ہے۔(8)

قومی انگریزی اردو لغت میں کفالت کے لیے (Maintenance) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد "نان ونفقہ، ضروریات زندگی، سہارا، حفاظت، حمایت، خبر گیری۔"(9)

اصطلاحی تعریف:

ابن عابد بن شامی کے مطابق:

وشرعاً(ضم ذمة)الكفيل (الى ذمة)الاصيل (10)

"یعنی شرعاً کفالت اس کو اصیل سے ہٹا کر کفیل کے ذمہ کوئی کام ڈال دینا۔

یا اصیل سے مطالبہ میں کسی اور کو بھی ذمہ دار ٹھہرا دینا۔"

امام راغب اسفہانی لکھتے ہیں:

"الکفالۃ: ضمانت کو کہتے ہیں اور تکفلت بکذا کے معنی کسی چیز کا ضامن بننے کے ہیں۔اور کفلۃ فلاناً کے معنی ہیں میں نے اُسے کفالت میں دے دیا۔"([11])

"کفالت لغت میں معنی ضم ہے یعنی ملانا اور شروع میں کفالت کے معنی مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ سے ملانا، یعنی جو شخص کسی چیز کا ذمہ دار ہے، تو اس کی ذمہ داری کے ساتھ اپنی ذمہ داری ملا دینا کفالت ہے یعنی خود بھی ذمہ دار ہو جانا، اگرچہ ایسا کرنا اس پر واجب نہیں ہے لیکن جب ذمہ داری لے لی تو ذمہ دار ہو گیا۔"

جیسا کہ شرح المجلۃ الاحکام العدلیہ میں مذکور ہے:

الكفالة:ضم ذ مة في مطالبه شيء ،يعني ان يضم واحد ذمته الى ذمةاخر ،يلزم ايضا المطالباةالتي لزمت ذلك الاخر([12])

"کفالۃ کسی چیز کے مطالبے میں ذمہ کو ذمہ سے ملانا ہے، یعنی کوئی شخص اپنے ذمے کو دوسرے شخص کے ذمے سے ملالے، (یعنی خود بھی ذمہ دار بن جائے) اور جب اس نے یہ ذمہ داری لے لی تو اسے بھی مطالبہ کرنا لازم آتا ہے۔"

تصور کفالت ازروئے قرآن وحدیث:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور تمثیل پیش کی گئی ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ انفاق ایسی چیزوں کا نہ ہو جو خود کو پسند نہ ہوں جیسے پھٹے پرانے کپڑے، گلا سڑا اناج، باسی کھانا وغیرہ۔ نیز اگر یہ چیزیں ضرورت سے فاضل ہوں اور کوئی حاجت مند ان چیزوں سے اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہو تو بجائے اس کے کہ ان چیزوں کو کچرے میں پھینکے ان ضرورمندوں کو دیدے۔ لیکن رضائے الٰہی کا اصول تب ہی ممکن ہو گا جب آپ اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کریں گے۔ ارشاد بار تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ۔([13])

"اے ایمان والو: اپنی کمائی میں سے عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

والدین کا جہاں تک تعلق ہے تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اپنی عبادت کے ساتھ والدین پر احسان کا حکم یکجا صادر فرمایا ہے جس سے والدین کے مرتبہ کی قدر و قیمت کو اجاگر کرنا مقصود ہے اور حد تو یہ ہے کہ مشرک والدین کے ساتھ بھی دنیاوی معاملات میں بھرپور احسان کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور احسان کی سب سے بڑی صورت یہی ہے کہ اب اس بڑھاپے میں وہ جب خود کمانے کھانے کے قابل نہیں ہیں تو اس بے بسی کے زمانے میں ان کے کھانے، پینے کا بندوبست کیا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی کمی نہ کی جائے۔

اللہ جل مجدہ کا فرمان عالیشان ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (14)

''اور آپ کے رب نے حکم فرمادیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اُف'' بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ اور ان دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ(15)

(اے انسان) میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ اسی آیت کے اگلے حصے میں فرمایا:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا(16)

"اور دنیا میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو"

والدین کے ساتھ احسان اور نیک برتاؤ کی تشریح احمد ابراہیم نے اس طرح بیان کی ہے:

ومن الا حسان الی الوالدین ان یقوم الو لد بمایحتاجان الیه من نفقة وکسوة وسکنیٰ واسا ئر حاجات المعیشاة ومن المصابحة با لمعروف وامواساتهما والقیام بحاجتهما۔(17)

احسان یہ ہے کہ بیٹا والدین کے لئے ان تمام نفقات کا انتظام کرے جن کی والدین کو ضرورت ہے ان کا خرچہ اور لباس پوشاک اور رہائش اور تمام معاشی ضروریات کی کفالت کرے اور اچھے برتاؤ کا مطلب یہ کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرے اور ان کی تمام ضروریات کا بندوبست کرے۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ پاک نے رحمت اللعالمین کے خطاب سے نوازا ہے اور عالم انسانیت نے آپ کو محسن انسانیت کا نام دے کر انسانوں پر آپ ﷺ کے احسانات کا اعتراف کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ انسانیت نوازی اور انسانی حقوق کی جدوجہد اور عملی نفاذ سے عبارت ہے کفالت کے حوالے سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ شریعت اسلامیہ کے دوسرے مآخذ سے بھی تائید حاصل ہو جائے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اذا نفق المسلم نفقة على اهله وهو يحتسبها كانت له صدقة۔(18)

''جب کوئی مسلمان شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔''

ملا علی قاری اھل کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(على اهله) اى: من الزوجته والا قارب ۔

"یعنی اہل سے مراد بیوی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق علی الا قارب کا عملی نفاذ بھی کر کے دکھایا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

عن ا نس رضي الله عنه قال لما نزلت هذه الآيةلن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون قال ابو طلحہؓای ربنا يسئلنا من اموالنا فاشهدک یارسول الله ﷺانی قد جعلت ارضي بيرحاء الله قال : فقال رسول اللهﷺ اجعلها في كرابتک قال فجعلها فی حسان بن ثابت و ابي بن كعبؓ(19)

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اُتری لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تو ابو طلحہؓ کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار نے ہم سے ہمارے اموال کا سوال کیا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا بیر حاوالا باغ اللہ کے لئے ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے اقرباء میں تقسیم کر دو چنانچہ انہوں نے یہ باغ حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تقسیم کر دیا۔''

دراصل اہل قرابت پر خرچ کرنے کے بارے میں لوگوں کا یہ گمان تھا کہ چونکہ اس میں ایک تقسیم کی اپنی ذاتی منفعت وابستہ ہے شاید اس لیے اس خرچ پر ثواب کے حقدار نہ ہوں لیکن اسلام نے اس نظریہ کی نہ صرف تردید کی بلکہ یہ باور کرایا کہ اقرباءپر خرچ کرنا دوہرے اجر کا باعث ہے۔ ایک ثواب انفاق اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

امام مسلم نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو ان میں سے دو خواتین ایسی تھیں کہ ان کے شوہر ضرور تمند تھے ان خواتین نے بعد میں در رسالت پر آ کر مسئلہ دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے شوہروں پر خرچ کریں تو ثواب ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لهما اجران اجر القر ابة واجر الصدقة(20)

''ان دونوں کے لیے دو اجر ہیں، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔''

علاوہ ازیں والدین کے احسانات سب سے زیادہ اسلام نے تسلیم کیے ہیں اور ان کے حقوق بھی سب سے زیادہ ہیں تو ان کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب حدیث میں اس طرح منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی کا برتاؤ کرنے کے لئے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ حقدار کون ہے تو آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: تیری ماں حقدار ہے، راوی کہتا ہے میں نے پوچھا پھر کون پھر آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، پھر میں نے پوچھا اس کے بعد کون آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، میں نے پوچھا پھر کون آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حقدار ہے اور اس کے بعد حسب مرتبہ رشتہ دار۔

اس حدیث مبارک کا آخری جملہ ''ثم الاقرب فالاقرب ''اعزہ اقارب پر خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے رشتے داروں کی کفالت بعض صورتوں میں فرض ہے اور بعض میں کار خیر ہے۔

کفالت والدین شریعت اسلامیہ کی روشنی میں

خاندانی نظام میں والدین اور اولاد کا رشتہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس نظام کو مزید مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے اسلام نے جس طرح ہر دو فریق کو اپنے فرائض پورے کرنے کے لیے قانوناً پابند بنایا ہے، اسی طرح مزید بہتری کے لئے فضیلت ورغبت کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ اور والدین کی خدمت گزاری کو جنت میں لے جانے کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسلام میں والدین کی کفالت اور اطاعت و فرمانبرداری پر بڑا زور دیا گیا ہے، اور ہر شخص سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ والدین کے کسی بھی جائز اور معروف حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔

قرآن مجید، فرقان حمید میں اللہ رب العزت کا فرما عالیشان ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً(21)

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین سے حسن سلوک کرنا"۔

جہاں تک والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تعلق ہے تو اس سے مراد ہے کہ اولاد ان کے ضروریات کے وقت ان کے خرچے اور کپڑے اور مکان وغیرہ کا بندوبست کرے اور انہیں تمام اسباب معیشت مہیا کرے۔ اولاد خود جب ان چیزوں کی محتاج تھی تو والدین نے بن مانگے سب کچھ عطا کیا اور اب جب والدین خود سہارے کے محتاج ہوں تو اولاد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں سہارا دیں اور ان کے ساتھ تعاون کریں۔ اور جو حقوق اللہ رب العزت نے اولاد پر لازم قرار دیئے ہیں وہ انہیں پورے کرنے میں کوتاہی نہ برتے۔ جب والدین کمزوری اور ضعیفی کی وجہ سے کام کرنے میں دشواری محسوس کریں تو اولاد کو چاہیے کہ وہ ان کا خاص خیال رکھے اور جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اسوقت اولاد کی زیادہ ضرورت

ہوتی ہے۔اولاد کو اس دوران والدین کا ساتھ دینا چاہیے اور ان کی بنیادی ضروریات کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں جو اولاد والدین کی کفالت کرتی ہے اور ان پر خرچ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں مزید وسعت و برکت پیدا فرمادیتا ہے۔

شریعت اسلامیہ میں والدین کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

"گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جن گناہوں کو چاہے گا بخش دے گا لیکن والدین کی ایذاءرسانی اور نافرمانی کو معاف نہیں کرے گا بلکہ مرنے سے پہلے اس شخص پر اس کا عذاب نازل کرے گا۔(22)

والدین کا نافرمان اور ان کے لئے تکالیف اور ایذاء کا سبب بننے والا شخص چین سے زندگی نہیں گزارتا بلکہ کسی نہ کسی مصیبت و پریشانی میں گرفتار رہتا ہے۔

والدین کے رہنے سہنے، کھانے پینے، اوڑھنے بچھونے اور بنیادی ضروریات کا انتظام کرنا اولاد کے ذمہ واجب ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی زمانے اور عمر کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ جب بھی وہ محتاج و ضرورت مند ہوں ان کی حاجت روی کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے۔

المختصر قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں والدین کی کفالت اور حسن سلوک کی ترغیب و تاکید کی گئی ہے۔ والدین کی رضا میں رضائے حق تعالیٰ پوشیدہ ہے اور ان کی نافرمانی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔یہی دین اسلام کی تعلیم ہے۔ والدین کی فرمانبرداری سے روزی میں برکت، عمر میں اضافہ جیسی بشارات موجود ہیں، جن کی موجودہ زمانے میں ہر ایک کو اشد ضرورت ہے۔اللہ جل شانہٗ امت محمدی کو دین اسلام کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دونوں جہانوں میں سرخرو ہو سکیں۔

1۔ کفالت والدین کی مختلف صورتیں:۔

کفالت کی ابتدأً دو صورتیں بنتی ہیں۔

i) اقرباء کی جانب سے کفالت

ii) سرکاری خزانے سے کفالت

یعنی دو صورتیں ہوں گی یا تو اقرباء اپنے کمزور رشتے داروں اور بزرگ و محتاج والدین کی خدمت کریں گے۔شرط یہ ہے کہ وہ دوسروں کی کفالت کی استطاعت رکھتے ہوں اگر وہ خود نادار و کمزور ہیں تو وہ محتاج رشتہ داروں کی کفالت کیسے کریں گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اقرباء موجود نہیں ہیں یا ہیں تو سہی لیکن کفالت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔اپنا گزر بسر مشکل سے کرتے ہیں تو ایسی صورت میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیت المال سے ان لوگوں کی کفالت کا بندوبست کریں۔ عمران الحق کلیانوی رقمطراز ہیں:

"اقرباء کی جانب سے جو کفالت ہے اس کی مزید دو صورتیں ہوتی ہیں۔ایک کو اختیاری جبکہ دوسری کو اجباری کہا جاتا ہے"۔(23)

اختیار سے مراد ہے کہ اگر کسی شخص سے نسبی رشتہ ہے اور اس کے دوسرے رشتہ دار بھی جن پر حق کفالت عائد ہوتا ہے، کفالت کرتے ہوں تو اس صورت میں دوسرے سے اجباری کیفیت ختم ہو کر اختیاری شکل کرلے گی۔اور جس کی کفالت اس پر فرض ہے اگر وہ غنی ہے تو کفالت کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ مثلاً اگر والدین غنی ہیں تو کفالت کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

اجباری سے مراد ہے جس شخص کی کفالت اس کے ذمہ ہے۔یعنی والدین اور وہ کفالت کے محتاج بھی ہوں اور یہ صاحب ثروت ہو تو اس صورت میں اس کی ذمہ ان کی کفالت واجب ہو گی اور عدالت اس کو والدین کی کفالت کرنے پر مجبور کرے گی، اور یہ ان کی کفالت پر زکوۃ، صدقات، کفارات کا مال نہیں لگا سکتا، بلکہ جو دولت خود استعمال کرتا ہے اسی میں سے والدین کی بھی کفالت کرے گا۔

نیز والدین کی کفالت کے علاوہ معاشرے کے جو دوسرے افراد ہیں جن کی کفالت کرنے والا ان کے خاندان میں بھی کوئی نہ ہو اور نہ گورنمنٹ ان کی کفالت کرتی ہو تو ان کی کفالت اخلاقی فریضہ کے درجہ میں مالدار افراد پر لازم ہے اور اس مصرف کی کفالت کرنے کے لیے یہ سہولت شریعت نے دی ہے کہ زکوۃ، خیرات، صدقات، کفارات اور عطیات کے ذریعے سے ایسے افراد کی کفالت کا بندوبست کیا جائے گا۔ غرض یہ کہ اسلام کسی نہ کسی صورت میں مالداروں کو دوسروں کی معاشی کفالت کا مکلف بناتا ہے، اب خواہ اجباری ہو یا اختیاری، اور وہ حسب مرتبہ کہیں انفاق واجبی سے ہو گی اور کہیں انفاق نفلی سے ہو گی۔

والدین اور وہ کفالت کے محتاج بھی ہوں اور یہ صاحب ثروت ہو تو اس صورت میں اس کے ذمہ داران کی کفالت واجب ہو گی۔اور عدالت اس کو والدین کی کفالت کرنے پر مجبور کرے گی۔اور یہ ان کی کفالت پر زکوۃ، صدقات، کفارات، کا مال نہیں لگا سکتا بلکہ جو دولت خود استعمال کرتا ہے اسی میں سے والدین کی بھی کفالت کرے گا۔

دنیا میں ہر رشتہ کا نعم البدل موجود ہے لیکن ہر انسان کے لئے اللہ رب العزت نے ایک رشتہ ایسا رکھا ہے کہ اس کا نعم البدل تو کجا فقط بدل بھی نہیں ہو سکتا، وہ رشتہ ہے والدین کا۔

اللہ جل مجدہٗ نے متعدد مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے اور حسن سلوک میں سب سے اہم چیز ان کی کفالت ہے۔ والدین کی کفالت کا جب ذکر ہوتا ہے تو وہ صرف ماں باپ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرہ کار اوپر کے تمام اصول دادا، دادی، نانا، نانی اوپر تک سب کو شامل ہوتا ہے۔

صاحب البحر الرائق رقمطراز ہیں:

واما الاجداد والجدات فلانها من الآباء والامهات ولهذا يقوم الجد مقام الاب عندعدمه([24])

"سو دادا، دادی، نانا، نانی وہ بھی ماں باپ ہی ہیں اور اسی وجہ سے باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے"۔

فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

يجبرالولدالموسر على نفقه الابوين المعسرين مسلمين كانا اوذميين قدرا علىٰ الكسب اولد يقدرا۔ ([25])

"مالدار بیٹے کو اپنے نادار ماں باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا خواہ والدین مسلمان ہوں یا ذمی اور کمانے کی طاقت ہو یا نہ ہو"۔

اگر صورت حال ایسی ہو کہ بیٹا خود تنگ دست ہے تو ایسی صورت میں اس کو والدین کی کفالت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ اگر والدین کسی معذوری و محتاجی کی وجہ سے کمانے کھانے پر قادر نہ ہوں تو ایسے والدین بیٹے کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو جائیں گے لیکن ان کے لئے علیحدہ سے نفقہ بیٹے کے لئے ضروری قرار نہیں دیا جائے گا۔

اسی حوالے سے علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا يجبرالابن على نفقة ابويه المعسرين اذا كان معسراً الاّ اذا كان بهما زمانة او بهما فقر فقط فانهما يدخلان مع الابن وياكلانمعه ولا فرض لهما نفقة على حدة([26])

اگر باپ اور اس کی چھوٹی اولاد نادار ہو اور بڑا بیٹا مالدار ہو تو اس کا حکم:

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ:

الاب اذكان فقيراً معسراً وله اولاد الصغارمحاويج و ابن كبير موسر يجبر الابن على نفقة ابيه و نفقة اولاده الصغار([27])

"اگر باپ نادار ہو اور اس کی چھوٹی اولاد بھی ہو جو کہ ضرورت مند ہے اور اس کا بڑا بیٹا مالدار ہو تو اس بیٹے کو باپ کی اور اس کی چھوٹی اولاد کی کفالت پر مجبور کیا جائے گا"۔

یعنی اگر باپ نادار ہے مگر بڑا بیٹا غنی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ نادار ماں باپ اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی کفالت کرے۔

بصورت دیگر اگر بیٹا ماں باپ میں سے صرف ایک کا نفقہ برداشت کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، بیک وقت دونوں کو نفقہ نہ دے سکتا ہو تو اس صورت میں ماں کا حق زیادہ بنتا ہے کہ یہ اس کو نفقہ دے۔اور اگر کسی کا چھوٹا بیٹا ہے اور باپ بھی ہے لیکن وہ ان دونوں میں سے فقط ایک کا نفقہ برداشت کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹے کو نفقہ دیا جائے گا۔اگر کسی کے ضرورت مند والد اور دادا یا نانا ہوں اور یہ ان میں سے کسی ایک کا بھی نفقہ کی قدرت نہ رکھتا ہو تو یہ سب اس کے کھانے میں شریک ہو جائیں گے جو وہ کھائے گا اسی میں سے یہ بھی کھالیا کریں گے۔اگر باپ کو شادی کی ضرورت ہو اور بیٹا مالدار ہو تو وہ باپ کی شادی کرائے گا یا کوئی باندی خرید کردے گا۔

باپ کی ایک سے زائد بیویوں کا حکم:۔

اگر کسی کے باپ کی دو بیویاں ہوں یا اس سے بھی زائد ہوں تو اس صورت میں بیٹے کے ذمہ صرف ایک بیوی کا نفقہ لازم ہو گا اور یہ نفقہ وہ اپنے والد کو دے گا پھر وہ اپنی مرضی سے اپنی بیویوں پر خرچ کرے گا۔(28)

بیٹے کے نادار ہونے کی صورت میں حکم:۔

اگر صورتحال ایسی ہو کہ بیٹا کمانے کے باوجود نادار ہو اور باپ نے قاضی سے شکایت کی ہو کہ میرا بیٹا مجھے خرچ نہیں دیتا تو قاضی دیکھے گا کہ بیٹے کی کمائی سے کچھ فاضل بچ رہتا ہے تو اس وقت بیٹے کو قاضی باپ کی کفالت پر مجبور کرے گا، لیکن اگر بیٹے کی آمدن سے کچھ نہ بچتا ہو تو وہ مجبور نہ کیا جائے گا۔البتہ دیانتاً اس کو حکم دیا جائے گا یہ اس وقت ہو گا جب بیٹا اکیلا ہو اگر وہ بیوی بچے والا ہو تو اس وقت اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے باپ کو بھی اپنے کھانے پینے میں اپنے عیال کی طرح گھر کا ایک فرد بنا کر شریک کرے، البتہ الگ سے نفقہ دینے پر بیٹے کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور آباؤ اجداد یا جدات یعنی ننھیال اور ددھیال دادا، دادی، نانا، نانی سب کا حکم والدین کی طرح ہے۔

اس حوالے سے فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

والجدمن قبل الام كاجدمن قبل الاب وكذا تفرض نفقة الجدات من قبل الام و نفقة الجدات من قبل الاب (29)

نیز فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر بیٹا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا باپ غنی ہے اور باپ انکار کرتا ہو تو باپ کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور بیٹے کے ذمہ گواہ ہوں گے اگر وہ اسے گواہ پیش کر دے تو اس بات کی گواہی دیں کہ اس کا والد حقیقت

میں خوشحال ہے تو پھر ثبوت کے ساتھ بیٹے کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا اور اس کے ذمے سے کفالت والد ساقط ہو جائے گی۔

والدین ضرورت مند ہوں تو اولاد کو کفالت پر مجبور کیا جائے گا:۔

اگر والدین ضرورت مند ہوں لیکن اولاد ان کی کفالت نہ کرتی ہو تو انہیں کفالت والدین پر مجبور کیا جائے گا۔ اور اگر صورتحال ایسی ہو کہ وہاں کوئی قاضی بھی نہ ہو جو فیصلہ کر سکتا ہو تو پھر باپ کو بیٹے کے مال سے چرا لینے کی اجازت ہے لیکن اگر قاضی موجود ہو تو پھر قاضی کے فیصلہ کے بغیر چرانا جائز نہیں اور بیٹا اگر ضرورت سے کم دیتا ہو تو بقدر کفالت لینا جائز ہے اس سے زائد لیں گے تو گناہ گار ہو گا۔

ابن نجیم رقمطراز ہیں:

"ضرورت مند والدین کے بیٹے اور بیٹیاں بھی ہوں تو دونوں پر والدین کا نفقہ برابر واجب ہے مذکر و مؤنث کی کوئی قید نہیں "لا فرق بین الذکر والانثیٰ" اور اگر ایک بیٹا بہت مالدار ہے تو تب بھی نفقہ برابر واجب ہو گا البتہ اگر دونوں کی دولت میں بہت زیادہ فرق ہو تو اس صورت میں نفقہ کی کمی زیادتی نظر کی جاسکتی ہے"۔(30)

اور یہی حکم مسلم و ذمی بیٹوں کا بھی ہے کہ دونوں پر والدین کا نفقہ برابر واجب ہے اور جس طرح مالدار بیٹے پر اپنے نادار باپ کا نفقہ ضروری ہے اسی طرح باپ کے خادم کا نفقہ بھی ضروری ہے بشرط یہ کہ باپ کو خدمت گزاری کے لئے خادم کی ضرورت ہو۔

اگر کسی کے دو بیٹے ہوں اور دونوں ہی والدین کا خرچ برداشت کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں لیکن پھر بھی ان میں سے ایک خرچ دینے سے انکار کر دے تو دوسرے بیٹے کو چاہیئے کہ وہ فی الوقت والدین کا خرچ اکیلا برداشت کرلے اور پھر قاضیِ وقت سے مطالبہ کرے کہ وہ اس کے بھائی سے نصف رقم وصول کرے۔

عمران الحق کلیانوی رقمطراز ہیں:

"کسی شخص کے حق میں قاضی نے دونوں بیٹوں کو نفقہ کا حکم دیا، ان میں سے ایک نے نفقہ دینے سے انکار کر دیا ہو تو ایک بیٹا پورا خرچہ برداشت کرے گا اور بعد میں نصف کا مطالبہ اپنے بھائی سے کرے گا"۔

مقرر مدت کا نفقہ ایک ساتھ دینے میں حرج نہیں:۔

اگر اولاد نے والدین کو نفقہ اور لباس، پوشاک ایک ہی ساتھ دے دیا ہو مثلاً ایک ماہ کا خرچ اکٹھا دے دیا یا موسم کے مطابق انہیں گرمیوں میں گرمی کے جوڑے لے دیئے یا سردیوں میں سردیوں کے جوڑے لے دیے ہوں لیکن جو خرچ دیا تھا وہ مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا یا جو لباس پوشاک دیا تھا وہ ضائع ہو گیا یا پھٹ گیا تو اولاد کو چاہیے کہ انہیں مزید چیزیں مہیا کرے جس کی انہیں ضرورت ہے۔(31)

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:۔

> "اگر باپ نے اپنا نفقہ اور لباس پوشاک پہلے ہی ایک ساتھ جلدی وصول کر لیا ہو اور اس کے بعد یہ سامان ضائع ہو گیا ہو یا خرچ ہو گیا ہو تو دوبارہ اس کے لئے یہ چیزیں دی جائیں گی اور اگر جتنی مدت کا اس کو نفقہ دیا گیا تھا وہ مدت پوری ہو گئی ہو اور اس کے پاس نفقہ باقی ہو تو اس کو دوبارہ نفقہ دینا ضروری نہیں"۔

علامہ ابن نجیم کے اس قول سے یہ بھی وضاحت ہو گئی کہ اولاد نے والدین کو ایک ماہ یا مقرر مدت کے لئے نفقہ دیا تھا اور وہ اس مہینہ یا مقررہ مدت سے بچ رہا ہے اور اگلے مہینے میں استعمال ہو سکتا ہے تو اس ماہ کا نفقہ دینا اولاد پر ضروری نہیں ہے لیکن اگر اپنی خوشی سے مزید دینا چاہیے تو یہ ایک افضل اور پسندیدہ عمل ہو گا۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ اصول یعنی باپ، دادا، دادی، نانا، نانی خواہ جتنے اوپر تک کے ہوں اگر محتاج ہوں تو ان کے اخراجات کی ذمہ داری اولاد پر ہے۔ بشرطیکہ اولاد خوشحال و تونگر ہو اور خوشحال و تونگر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اولاد مالی طور پر اس حیثیت و درجہ کی ہو کہ اس کو صدقہ وزکوۃ کا مال لینا حرام ہو نیز اگر تونگر اولاد میں مذکر و مؤنث یعنی بیٹا و بیٹی دونوں ہوں تو ان پر کفالت والدین پر برابر واجب ہو گی۔

اور محتاج شخص کی کفالت واجب ہونے کے سلسلہ میں قرب کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ وارث کا۔ مثلاً اگر کسی محتاج شخص کی بیٹی اور پوتا دونوں مالدار ہوں تو اس کی کفالت بیٹی پر واجب ہو گی باوجود اس کے کہ اس شخص کی میراث دونوں کو پہنچتی ہے۔(32)

2۔اعزہ واقارب کی کفالت سے متعلق آئمہ فقہاء کا نقطہ نظر:

شریعت اسلامیہ نے والدین اور اعزہ واقارب کی کفالت کا ایسا نظام متعارف کروایا ہے۔ زمانہ جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

والدین کی کفالت اولاد کی اولین ذمہ داری ہے اور جب والدین کی کفالت کا ذکر ہوتا ہے تو وہ صرف ماں باپ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرہ کار اوپر کے تمام اصول دادا، دادی، نانا، نانی اوپر تک سب کو بھی شامل ہوتا ہے اور ان سب کا حکم والدین والا ہی ہے۔ ہر مالدار شخص پر اس کے ہر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہے اور یہ نفقہ مقدار میراث کے اعتبار سے واجب ہو گا۔

فقہاء احناف کی رائے ہے کہ باپ، دادا اور قرابت داروں کی کفالت واجب ہے اور اولاد کو چاہیے کہ وہ ان پر خرچ کرے اور اس وقت ان کا سہارا بنیں جب وہ محتاج ہوں۔

عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

"کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ باپ دادا گو اوپر کی نسل میں ہوں، ان کا نفقہ ان کی اولاد پر واجب ہے۔ بس لازم ہے کہ وہ خرچ کرے اور نانا پر بھی درآنحالیکہ وہ محتاج ہوں اس حکم میں ماں بھی باپ کی مانند ہے"۔(33)

واضح ہوا کہ باپ دادا پر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ نانا پر بھی خرچ کرنا اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور ماں کا حکم بھی باپ کی مثل ہے لیکن اگر صورتحال ایسی ہو کہ اولاد صرف ماں باپ دونوں میں سے ایک کی کفالت کر سکتی ہو تو ماں کو باپ پر فوقیت دی جائے گی اور اگر بیٹا صاحب توفیق ہو تو اس پر لازم ہے کہ سوتیلی ماں کی بھی کفالت کرے۔

عبد الرحمن الجزیری احناف کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ماں بھی باپ کی مانند ہے۔ اگر بیٹا ماں باپ دونوں میں سے صرف ایک کے لئے نفقہ فراہم کر سکتا ہے تو ماں کو باپ پر فوقیت دی جائے گی اور اگر بیٹا صاحب توفیق ہو تو لازم ہے کہ اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) کو نفقہ دے اگر باپ کی کئی بیویاں ہوں تو بیٹے پر صرف ایک بیوی کا نفقہ واجب ہے"۔(34)

احناف کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ والدین کی کفالت بیٹوں اور بیٹیوں دونوں پر لازم ہے اور قرابت داروں کی کفالت میں حق وراثت کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا بلکہ قریب ترین رشتہ داری اور جزو خاندان ہونے کو دیکھا جائے گا۔

امام شافعیؒ کے ہاں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اعزہ واقارب کی کفالت پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا اگر ان کی کوئی کفالت کرتا ہے تو یہ ایک نیکی کا معاملہ ہے۔(35) نیز امام شافعی کے نزدیک اصول و فروغ دونوں کے نفقہ کے وجوب میں اتحاد دین شرط نہیں ہے، کیونکہ دلائل عام ہیں، اس میں مسلم و کافر کی قید نہیں ہے۔(36)

امام مالک کفالت اقارب سے متعلق کافی سخت تحدید قائم کرتے ہیں، ان کے نزدیک کسی فرد کے رشتہ داروں کی کفالت کسی پر واجب نہیں ہوتی۔ احمد ابراہیم لکھتے ہیں:۔

نفقة الاقارب الواجبة محصورة فی الابوین و اولاد القلب ذکوراً واناثاً(37)

"واجبی نفقہ اقارب کا صرف والدین اور صلبی اولاد تک محدود ہے خواہ اولاد مذکر ہو یا مؤنث"۔

امام مالک کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان پر فقط اس کے اپنے ماں باپ کا اور اپنی صلبی اولاد کا نفقہ تو واجب ہے لیکن دوسرے افراد اس وجوب میں شامل نہیں۔ اس قول کی بنیاد پر دادا، دادی اور اوپر تک اور نانا، نانی اوپر تک سب کفالت کے وجوب سے خارج ہو گئے۔

اسی طرح اولاد کی اولاد یعنی پوتے، پڑپوتے، نواسے، نواسیاں اور ان کی اولادیں وجوب کفالت سے خارج ہو گئیں۔

امام مالک کے مذہب کے مقابلے میں امام شافعی کا مسلک اس باب میں فراخ ہے، وہ فرماتے ہیں۔ جس قرابت کی بنیاد پر کوئی فرد نفقہ کا مستحق ٹھہرتا ہے وہ قرابت والدین کی ہے اوپر تک اس میں دادا، دادی، نانا، نانی جتنے اوپر تک چلے جائیں سب شامل ہیں۔ دوسری اولاد کی قرابت ہے جتنے نیچے تک چلے جائیں، اس میں پوتے نواسے اور ان کی اولادیں سب شامل ہو گئے۔ آپ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

فیجب علی الولد نفقة ابیه وامّه وجده وجدتة من اية جهة کانوا(38)

"بیٹے پر (بشرطیکہ مالدار ہو) اپنے ماں باپ، دادا، دادی جس طرف کے بھی ہوں (ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے) سب کا نفقہ واجب ہے"۔

آئمہ وفقہاء کرام نے حضور سرور کائنات ﷺ کی معاشی تعلیمات کی روشنی میں کفالت والدین سے متعلق ایک دائرہ کار متعین کیا ہے کہ کن صورتوں میں والدین کی کفالت لازم ہو گی۔ اس سلسلے میں امام احمد بن حنبل کا مسلک امام شافعی سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:۔

"ہر وہ قرابت جس کی وجہ سے کوئی کفالت کا مستحق ٹھہرتا ہے تو یہ ہر قرابت اصول و فروع ہے۔ مطلقاً خواہ وہ مستحقین وارث ہوں یا نہ ہوں، ہم مذہب ہو یا مخالف مذہب ہوں۔ اور "وعلی الوارث مثل ذالک" اس آیت کے تحت غیر اصول وفروع سے جو وارث ہوں ان پر بھی اپنے مورث کی کفالت واجب ہے"۔(39)

فقہ حنبلی کی تعلیمات کفالت میں بیٹے پر اپنے آباؤ واجداد کا نفقہ واجب ہے اور باپ پر بیٹے، پوتے نیچے تک سب کی کفالت واجب ہے۔

"اگر اقرب معسر ہو اور ابعد موسر ہو تو نفقہ ابعد موسر پر واجب ہو گا۔ اگرچہ درمیان میں اقرب معسر حائل ہو"۔(40)

یعنی اگر دادا مالدار ہو درمیان میں باپ نادار ہو تو پوتے کا نفقہ دادا پر آئے گا۔ اسی طرح مالدار شخص پر اصول و فروع کے علاوہ دیگر اقرباء کا نفقہ و کفالت بھی واجب ہے۔ چنانچہ مالدار شخص پر اپنے ضرورت مند بھائی، بہن، پھوپھی، بھتیجی، چچا کی بیٹی اسی طرح آقا پر اپنے آزاد کردہ غلام کی کفالت بھی لازم ہے۔

نیز اولاد پر والدین اور دیگر رشتہ داروں کی کفالت تب ہی واجب ہوتی ہے جب ان کے پاس اپنے مال میں یا کمائی میں سے اضافی مال موجود ہو جو اس کے اور اس کی بیوی اور غلام سے فاضل ہو۔ چنانچہ ان تمام اخراجات سے کچھ نہ بچتا ہو تو پھر اس شخص پر اقارب کی کفالت واجب نہیں ہے۔ اور جس پر خرچ کرنا ہے اس کے لیئے شرط ہے کہ وہ غریب ہو کہ اس کے پاس بالکل مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی کمائی کا ذریعہ ہو۔

سوتیلے باپ کی کفالت سے متعلق امام مالک کا موقف:۔

جب ہم کفالت والدین کا ذکر کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ سوتیلے ماں باپ کے حوالے سے بھی آئمہ وفقہاء کی تعلیمات کفالت کو بیان کر دینا چاہیے تاکہ واضح ہو جائے کہ ان کی سوتیلی اولاد پر ان کی کفالت واجب ہو گی یا نہیں۔ نیز سوتیلی ماں کی کفالت سے متعلق تو واضح ہو چکا ہے کہ اگر بیٹا خوشحال ہے تو وہ سوتیلی ماں کی بھی کفالت کرے گا، اور اگر باپ کی کئی بیویاں ہوں تو صرف ایک کو نفقہ مہیا کرے گا۔ باقیوں کی کفالت کرنا بیٹے کی ذمہ داری نہیں ہو گی۔ اب والدہ کے نادار شوہر کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کا خرچہ بیٹے پر واجب ہے یا نہیں۔

مولانا ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی لکھتے ہیں:۔

"والدہ کے نادار شوہر کے خرچے سے متعلق تین اقوال ہیں:

1۔ نفقہ اس کی بیوی پر لازم نہیں۔

2۔ بیٹے کے ذمہ مطلقاً لازم ہے۔

3۔ تیسرا قول دونوں کے درمیان ہے کہ اگر اس کی ماں نے جب اس سے شادی کی تھی اس وقت ہی اگر وہ نادار تھا تب تو بیٹے کے ذمہ اس کا نفقہ واجب نہیں، لیکن اگر شادی کے وقت وہ مالدار تھا بعد میں غریب ہو گیا تو اس صورت میں اس عورت کے مالدار بیٹے پر اس کا نفقہ واجب ہے"۔(41)

متعدد اولاد اور کفالت والدین:۔

اگر کسی فرد کی متعدد اولاد ہو اور سب کے سب مالدار ہوں تو ان سب پر کفالت والدین ان کی مالی حیثیت کے مطابق واجب ہو گی جب ان کے درمیان مالداری میں فرق ہو تو اس حوالے سے مالکیہ کے ہاں دو آراء پائی جاتی ہیں:۔

"بعض کا کہنا ہے کہ جب سب مالدار ہیں تو اس فرق کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ سب اولاد پر مساوی طور پر کفالت والدین لازم ہو گی اور ان کی مالداری کے تفاوت کو نہیں دیکھا جائے گا، نیز بعض کا کہنا ہے کہ میراث کے تناسب سے کفالت کی ذمہ داری لازم ہو گی"۔(42)

ظاہر ہے اگر میراث کا تناسب سے کفالت کی ذمہ داری لازم ٹھہرے گی تو پھر بیٹا والدین کو جو خرچ دے گا وہ بیٹی کے خرچ سے دگنا ہو گا۔ لیکن پہلا قول راجح ہے کیونکہ جو اولاد نادار ہوتی ہے تو اس پر کفالت نہیں فقط مالدار اولاد ہی کفالت کی مکلف ہے۔

امام مالک کے مذہب کے مقابلے میں امام شافعی کا مسلک اس باب میں فراخ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس قرابت کی بناء پر کوئی فرد نفقہ یا کفالت کا مستحق ٹھہرتا ہے تو وہ قرابت والدین کی ہے۔ اوپر تک اس میں دادا، دادی، نانا، نانی اوپر تک چلے جائیں سب شامل ہیں۔ دوسری اولاد کی قرابت ہے جتنے نیچے تک چلے جائیں اس میں پوتے، نواسے اور ان کی اولاد میں سب شامل ہوں گے۔

کفالت والدین سے متعلق متفرق مسائل:۔

خاندانی نظام میں والدین اور اولاد کا رشتہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس رشتہ کی پائیداری کے لئے اللہ تعالیٰ نے والدین اور اولاد کے درمیان فطرتی طور پر باہمی محبت کے بیج بو دیئے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ پھلتے پھولتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا پھلنا پھولنا ہی خاندانی نظام کے استحکام کی علامت ہے۔ اس نظام کو مزید مستحکم اور پائیدار بنانے کے لیے اللہ رب العزت نے اولاد اور والدین کے حقوق و فرائض کو یہ حسن اعتدال بخشا ہے کہ جب تک اولاد پرورش، تعلیم و تربیت اور وسائل و اخراجات کی محتاج ہے، تب تک ان کی حضانت و کفالت اور تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں ان کے والدین پر ڈال دیں اور انہیں اپنی طاقت و استعداد کے مطابق ان سے عہدہ برآ ہونے کا ذمہ دار ٹھہرایا اور جب والدین بوڑھے، لاچار اور محتاج ہو جاتے ہیں، اس وقت ان کی کفالت و سکونت سے متعلقہ تمام تر ذمہ داریاں ان کی جوان اولاد پر عائد کر دیں اور اولاد کے حق میں اسے ایک شرعی و دینی فریضہ قرار دے دیا۔

اب کفالت والدین سے متعلق متفرق مسائل کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس کے لئے کفالت والدین کا صحیح تصور اور اسکی اہمیت واضح ہو سکے۔

کفالت میں شامل اشیاء:۔

جب بھی کفالت کا ذکر کیا جاتا ہے تو یہ بات بھی قابل بحث ہوتی ہے کہ جس کی کفالت کسی پر واجب ہو تو اس کفالت میں کیا کیا چیزیں شامل ہوں گی اور کفیل مکفول کو کون سی اشیاء مہیا کرے گا۔

صاحب در مختار لکھتے ہیں:

ھی الطعام ، والکسوۃ و السّکنی (43)

"یعنی کھانا، پینا، کپڑے اور رہائش"۔

صاحب بحر لکھتے ہیں:۔

یجب للاب والام علی الولد من طعام و شراب و کسوۃ و سکنی حتی الخادم (44)

"یعنی بیٹے کے ذمہ ہے کہ ماں باپ کے کھانے پینے اوڑھنے اور رہنے سہنے کا انتظام کرے، یہاں تک کہ ان کو خدمت گزار بھی دے"۔

اس سے واضح ہوا کہ علامہ ابن نجیم نے اشیائے کفالت میں خادم کا بھی اضافہ فرمایا، کیونکہ یہ بھی ضروریات میں شامل ہے اور اس کا نفقہ بھی بیٹے کے ذمہ ہو گا۔ اگر اولاد خود والدین کی خدمت بجالاتی ہو تو یہ ایک احسن عمل ہے لیکن اگر ذاتی مصروفیات کے باعث خود خدمت نہ کر سکتی ہو اور والدین کو بھی خدمت گزار کی ضرورت ہو تو پھر ان کے لیے خادم کا بندوبست کرنا لازم ہے۔

علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

فنفقۃ الاقارب مقدرۃ بالکفایۃ بلا خلاف لانھا تجب للحاجۃ فتقدر بقدر الحاجۃ وکل من وجبت علیه نفقۃ غیرہ یجب علیه له الماکل و المشرب والملبس والسّکنی(45)

"یعنی اقارب کا نفقہ بقدر کفایت دینا بغیر کسی اختلاف کے ضروری ہے اور طے شدہ ہے کیونکہ وہ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، لہذا کفیل پر کھانے پینے، کپڑے اور رہائش کے لیے گھر کا انتظام کرنا ضروری ہے"

علامہ کاسانی کی اس بحث سے ثابت ہوا کہ تمام نفقات بقدر کفایت دیئے جائیں گے یعنی مکفول کی جتنی ضرورت ہو گی اسی کے مطابق تمام اشیاء دی جائیں گی۔ مثلاً سردی کے موسم میں گرم ملبوسات سوئیٹر وغیرہ کا انتظام اوڑھنے کے لیے لحاف، بچھانے کے لیے گدا وغیرہ ہونا چاہئے۔

عصر حاضر میں اسی سے جو نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ کفیل کھانے کے لئے تمام اچھی چیزیں جو خود کھاتا ہو وہ مکفول کو بھی دے۔ مثلاً پھل فروٹ موسم کے اعتبار سے جب خود کھاتا ہو اور گنجائش بھی ہو تو والدین کو بھی کھلائے یا اسی طرح کی دیگر کھانے کی چیزیں ہیں تو کبھی کبھار وہ بھی کھلانے کا اہتمام کرے۔

اسی طرح پینے کا جہاں ذکر ہے تو اس کی توضیح یہ ہے کہ والدین کے پینے کے لیے بھی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا انتظام کرے ایسا نہ ہو کہ خود تو فریج کا ٹھنڈا پانی پیتا ہو اور والدین کو گرم پانی صراحی سے یا نل سے پینا پڑتا ہو۔ اولاد اگر خود مشروبات پینے کی شوقین ہے تو والدین کو بھی وقتاً فوقتاً مشروبات پلا دیا کرے۔ یہی حال لباس و پوشاک میں ہونا چاہیے کہ موسم کے اعتبار سے ان کے لباس کا بندوبست کرے اور اگر کوئی تقریب وغیرہ ہو تو اس کے لیے دستور کے مطابق والدین کو بھی اچھے کپڑے بنوا کر دے۔

غرض یہ کہ اس زمانے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ان کو تمام اشیائے ضروریہ فراہم کی جائیں۔ صرف ٹوٹل پورا کرنا مقصود نہ ہو بلکہ تمام کام دستور کے مطابق انجام دینے چاہییں۔

اسی طرح فقہاء کرام نے "سکنیٰ" یعنی رہائش کو بھی کفالت میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا والدین کو ایسی رہائش فراہم کرنا ضروری ہے جہاں وہ پر سکون اور آرام دہ زندگی بسر کر سکیں۔

والدین کے مکان میں بجلی و ٹیلی فون مہیا کرنا ایک اچھا اقدام ہے کیونکہ کسی بھی وقت ان کو ایمر جنسی پیش آ سکتی ہے۔ بیماری ہے موت و حیات کے دیگر نشیب و فراز ہیں جن کے لیے ٹیلی فون کا ہونا بھی ضروریات میں شامل ہے، خصوصاً جب مکفولین والدین ہوں تو ان کو باقی تمام جدید سہولتیں مثلاً ٹیوب لائیٹس، پنکھا، فریج، گیزر یہ سب چیزیں گھر کے لوازمات کے تحت دینی چاہیے۔

کفالت والدین کے لیے بھی کفیل کا مالدار ہونا شرط ہے:۔

تمام آئمہ وفقہاء کرام کے ہاں بغیر کسی اختلاف کے "منفق" یا "کفیل" کے لئے غنی یعنی مالداری شرط ہے، کیونکہ اگر منفق خود ہی نادار ہو تو وہ تو خود دوسروں کی امداد کا مستحق ہے، چہ جائیکہ وہ کسی اور کی کفالت کرے۔ لیکن یہ مسئلہ قابل تحسین ہے کہ "حد غنی" کیا ہے جس کی وجہ سے کفیل مالدار شمار ہو گا تو اس میں کتب فقہ میں معمولی سا اختلاف ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ:

حد یسار میں چار اقوال اختلاف کے ساتھ مروی ہیں:

پھر ان چار اقوال میں دو واضح ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ مالداری کی حد نصاب زکوٰۃ ہے یعنی جس پر زکوٰۃ واجب ہے تو وہ مالدار شمار ہوگا اسے والدین کی کفالت کا بوجھ برداشت کرنا چاہیے اور اگر نصاب زکوٰۃ میں سے ایک درہم بھی کم ہے تو کفالت واجب نہیں ہو گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حدیسار کے لئے اتنی مالداری کافی ہے جس کی وجہ سے صدقہ لینا ممنوع ہو جاتا ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اس پر فتویٰ ہے۔([46])

علامہ صاحب نے اپنی کتاب میں دو اقوال بیان کئے ہیں جنہوں نے پہلا قول اختیار کیا انہوں نے یہ توجیہ بیان کی کہ مالداری کی "حد انتہاء" تو ہے نہیں۔ جب کہ "حد ابتداء" نصاب زکوٰۃ ہے۔ لہٰذا اسی کو مالداری میں معیار قرار دینا چاہیے۔

اور جنہوں نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا تو انہوں نے یہ دلیل دی کہ صدقہ فطر کے وجوب کے لئے بھی "نصاب زکوٰۃ" کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کے لیے بھی اتنی مالداری شرط ہے جو صدقہ کے لیے مانع ہو، تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے وجوب کفالت کے لیے بھی یہی نصاب کافی ہے۔

علامہ کاسانی وجوب کفالت کے لیے مالداری کی حد بیان کرتے ہوئے امام محمد کا قول ذکر کرتے ہیں:

ما قاله محمد اوفق وهو انه اذا كان له كسب دائم وهو غير محتاج الى جميعه فماز ادعلى كفاية يجب صرفه الى اقاربه([47])

"امام محمد کا قول غریب کی حالت کے زیادہ موافق ہے اور وہ قول یہ ہے کہ جب کسی شخص کی مستقل آمدن ہو اور وہ اس کی اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد بچ جاتی ہو ساری خرچ نہ ہوتی ہو تو اب اضافی آمدن کو یہ اپنے اقرباء پر خرچ کرنے کا پابند ہوگا"۔

اسی قول کی تشریح علامہ شامی نے بھی ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حافظ زیلعی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

رجع الزيلعي : عبارة : وعن محمد انه قدره بما يفضل عن نفقة نفسه وعياله شهراً ان كان من اهل الغلة ، وان كان من اهل الحرف فهو مقدر بما يفضل عن ونفقة عياله كل يوم ، لان المعتبر في حقوق العباد القدرة دون النصاب ، وهو مستغن عماز اد على ذالک فيصر فها الى اقاربه ، وهذا اوجه : وقالوا: الفتوىٰ على الاول([48])

"یعنی زیلعی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے، زیلعی کا پورا قول یہ ہے کہ امام محمد نے حدیسار کو محدود کیا ہے، اپنے اور اپنے عیال کے ایک مہینہ کے خرچ کے بعد بشرط یہ کہ منفق صاحب غلہ ہو۔ اور اگر منفق کوئی پیشہ ور ہو تو اس کی روز کی آمدنی سے جو اضافی رقم ہو گی اس سے کفالت کرے گا۔

کیونکہ کفالت اقارب کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ تو اس میں صرف کسی دوسرے کے نفقہ پر قادر ہونا ہی کافی ہے نہ کہ صاحب نصاب ہونا۔ لہٰذا جب اضافی رقم کی اس کو حاجت نہیں تو اس کو محتاج اقرباء پر خرچ کرے گا یہی قول قابل ترجیح ہے اگرچہ فتویٰ دوسرے اقوال پر دیا گیا ہے"۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حافظ زیلعی نے صاحب غلہ اور پیشہ ور منفق کے لئے اصول بیان کئے ہیں۔ صاحب غلہ سے مراد ہے کہ کفیل کھیتی باڑی کے ذریعے اپنا کھانا پینا پورا کرتا ہو جیسا کہ عام طور پر گاؤں، دیہاتوں میں ہوتا ہے کہ کاشتکار اپنا گزر بسر اپنی کھیتی باڑی سے کرتے ہیں تو اسے کفیل کے لیے ایک مہینہ کا غلہ رکھنے کے بعد اضافی سے کفالت کرنا ہو گی۔

لیکن اگر کفیل کوئی پیشہ ور یعنی محنت مزدوری کرتا ہو روز کماتا ہو تو اس کے ذمہ ہے کہ روزکار وزا اپنے اہل و عیال کا خرچ نکال کر اضافی رقم سے کفالت کرے گا۔ مثلاً کوئی شخص ایک دن کا 500 کماتا ہے اور اس کے گھر کا خرچ 300 ہے تو بقیہ 200 سے وہ والدین کی کفالت کرے گا۔

علامہ شامی نے امام محمد کے اسی قول کو قابل ترجیح قرار دیا ہے اگرچہ فتویٰ دوسرے اقوال پر دیا گیا ہے۔ یعنی پہلے دو قول کہ "نصاب زکوٰۃ" غنی کی حد ہے نیز جب توجیہ اور استدلال کے اعتبار سے قول ثالث اوجہ اور اظہر ہے تو یہی قول ارجح ہو گا اگرچہ یہ صراحت موجود ہے کہ فتویٰ کسی اور قول پر ہے۔ اور امام محمد کا قول زیادہ نرمی پر مبنی ہے یعنی ان کے قول میں غریب اقرباء کا زیادہ بھلا ہے اور فقہاء کرام کا یہ اصول ہے کہ وہ مال خرچ کرنے میں ایسی چیز کو معیار بناتے ہیں جس میں غریب آدمی کا زیادہ فائدہ ہو۔

اختلاف دین کی صورت میں کفالت والدین:۔

اختلاف دین کفالت کے واجب ہونے میں مانع نہیں ہوتا کیونکہ آیات قرآنی مطلق ہیں کہ دنیا میں والدین کے ساتھ اعتدال اور خوش اسلوبی کے طور پر رہو، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ والدین خواہ مسلمان ہوں یا کافر، ان کے ساتھ اعتدال کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

> ويجبر الولد الموسر على نفقة الابوين المعسرين مسلمين كانا او ذميين بخلاف الحربين المستامنين (49)
>
> "امیر بیٹے کو تنگ دست والدین پر خرچ کرنے پہ مجبور کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہوں یا ذمی (کافر) بخلاف حربی جو امن لے کر ہمارے ملک میں آئے ہیں"۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

ولا تجب مع اختلاف الدين الابالزوجية والولاد ----اطلق فی الولاد فشمل الابوين والاجداد و الجدات والولدوولدالولد(50)

"اختلاف دین کی صورت میں کفالت واجب نہیں مگر بیوی اور اولاد کی مطلق اولاد اس لئے فرمایا گیا تاکہ والدین، دادا، دادی اور بیٹا، پوتا بھی شامل ہو جائیں"۔

الفقہ اسلامی میں مذکور ہے:

وقال الحنفية ----الا انهم مع المالكية والشافعية يقولون: اتحاد الدين ليس شر طالو جوب النفقة ، فتجب النفقة عليه وان اختلف الدين لانه تعالیٰ قال فی حق الوالدين الكافرين :وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ(51) وليس من المعروف ترک الانفاق عليهما مع القدرة وهذا الصحيح(52)

"اور احناف کہتے ہیں کہ وہ مالکیہ اور شافعیہ کے اس قول میں ان کے ساتھ ہیں کہ اتحاد دین نفقہ کے وجوب کے لیے شرط نہیں ہے۔ پس (اولاد پر) نفقہ واجب ہے اگرچہ دین میں اختلاف ہو کیونکہ کافر والدین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے (اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا، اور (عقیدہ و امورِ آخرت میں) اس شخص کی پیروی کرنا جس نے میری طرف توبہ و طاعت کا سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کر دوں گا جو تم کرتے رہے تھے) اور استطاعت ہونے کے باوجود ان پر خرچ کرنا چھوڑ دینا اچھا طریقہ نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے"۔

ثابت ہوا کہ والدین کی کفالت پر امیر بیٹے کو مجبور کیا جائے گا خواہ اس کے ماں باپ مسلمان ہوں یا کافر (ذمی)۔ بیٹا ہر حال میں ان کی کفالت کرے گا۔ اگر وہ استطاعت ہونے کے باوجود تنگ دست والدین کی کفالت نہیں کرتا تو بارگاہ الٰہی میں گنہگار تصور ہو گا۔ کیونکہ کفالت کے لیے اتحاد دین ہونا شرط نہیں ہے، نیز اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں کافر والدین کے ساتھ بھی بھلائی کا حکم دیا ہے صرف مشرک کے معاملے میں ان کی اطاعت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

کافر اور ذمی والدین کے بارے میں تو فقہاء کرام کا نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کو ترک نہیں کیا جائے گا اور کفالت بھی اسی میں شامل ہے البتہ حربی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے شریعت اسلامیہ نے

منع کیا ہے۔ یعنی اگر والدین ایسے کافر ہیں کہ وہ میدان کارزار میں مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں اور کفار کی حمایت و نصرت کرتے ہیں تو اس صورت میں اولاد پر والدین کی کفالت واجب نہیں کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی کرے یا لڑائی کرنے والوں کی نصرت کرے تو اسلام ایسے لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کوئی بھی ہو احسان کرنے سے منع کرتا ہے۔

اسی حوالے سے علامہ شامی لکھتے ہیں:

الاانهم اذا کا نو حربیین لاتجب نفقتهم علی المسلمه وان کانوا ----لاننانهینا البرفی حق من یقاتلنا فی الدین (53)

"مگر یہ کہ وہ حربی کافر ہوں تو ان کا خرچہ مسلمان پہ لازم نہیں ہے۔ اگرچہ وہ امن لے کر آئے ہوں کیونکہ جو دین کے معاملے میں ہم سے لڑے ہمیں ان پہ نیکی کرنے سے منع کیا گیا ہے"۔

فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

ویجبر الولد الموسرعلی نفقة الا بوین المعسرین مسلمین کانا اوذمیین قدرا علی الکسب اولم یقدر بخلاف الحربیین المستامنیین (54)

"امیر بیٹے کو تنگ دست والدین پہ خرچ کرنے پہ مجبور کیا جائے گا، چاہیے وہ مسلمان ہوں یا ذمی، کمائی کرنے پر قادر ہوں یا نہ ہوں، بخلاف حربی جو امن لے کر ہمارے ملک میں آئے ہیں"۔

اس بحث سے واضح ہوا کہ شریعت اسلامیہ کے تناظر میں حربی والدین پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہیں اور کفار کی مدد کرتے ہیں۔ لہٰذا دین کے بارے میں لڑائی کرنے والوں اور سازشیں کرنے والوں کے ساتھ حسن سلوک ترک کیا جائے گا۔ اور مسلمان اولاد پر حربی والدین کی کفالت واجب نہیں ہوگی اور نہ ہی حربی اولاد کو مسلمان یا ذمی والدین کی کفالت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

کفالت والدین میں بیٹے کے ساتھ کسی اور کے شریک ہونے کا حکم:

والدین کی کفالت میں بیٹے کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوگا یعنی اگر ایک آدمی کے بچے موجود ہیں تو ان کے ساتھ والدین کی کفالت میں دیگر رشتہ دار شریک نہیں ہوں گے کیونکہ والدین کے لئے ان کے اپنے فرزند کا مال ہے البتہ اگر وہ کے طور پر دیں تو دے سکتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے بیٹے کے مال کے بارے میں فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہیں تو ظاہر ہے کہ غیر کے مال میں باپ کا حق ثابت نہیں ہوگا کیونکہ والدین کے حق میں ان کا بیٹا سب سے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

ولا یشارک الولد الموسر احدافی نفقة ابویه المعسرین(55)

"تنگ دست والدین کے خرچ میں امیر بیٹے کے ساتھ کوئی اور شامل نہیں ہو گا"۔

اسی طرح علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ولایشارک الولد فی نفقۃُ الویه احداً لان لهما تاویلا فی مال الولد بالنص ولا تاویل لهما فی مال غیره ولانه اقرب الناس الیهما فکان اولیٰ باستحقاق نفقتهما علیه (56)

"اور باپ کے خرچ میں بیٹے کے ساتھ کوئی ایک بھی شریک نہیں ہو گا کیونکہ ان دونوں (یعنی والدین) کا حق بیٹے کے مال میں سے ثابت ہے اور غیر کے مال میں ان دونوں کا حق نہیں ہے اور لوگوں میں سے ان کا بیٹا سب سے زیادہ قریب ہے۔ پس وہ ان دونوں (والدین) پر خرچ کرنے کا زیادہ حقدار ہے"۔

اسی حوالے سے ڈاکٹر وھبۃالزحیلی رقمطراز ہیں:

تجب نفقة الاصول علی الولد لایشار که فی نفقة ابویه احد: لانه اقرب الناس الیهما فکان اولی باستحقاق نفقتهما علیه (57)

"اصول کا خرچ بیٹے پر واجب ہے۔ باپ کے خرچ میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو گا کیونکہ وہ لوگوں میں سے ان دونوں کے سب سے زیادہ قریب ہے پس وہ زیادہ حقدار ہے کہ وہ ان دونوں (ماں، باپ) پر خرچ کرے"۔

اولاد کے موجود ہونے کی صورت میں والدین کے دیگر رشتہ داروں سے ان کی کفالت ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اولاد زیادہ حقدار ہے۔ اپنے والدین کی کفالت کرنے کی بشرط کہ اولاد کفالت والدین کی استطاعت رکھتی ہے۔

جب اولاد خود والدین کی کفالت کر سکتی ہے اور ان کا خرچہ اٹھا سکتی ہے تو اب والدین کے بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں پر یہ کفالت واجب نہیں ہو گی۔ لیکن اگر کوئی اپنی خوشی سے کسی کو بطور تحفہ رقم یا کھانے پینے کی اشیاء مہیا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں شامل ہوں تو کفالت کس کے ذمہ ہو گی؟

فقہاء کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص کے دو یا زیادہ بچے ہیں تو اس صورت میں سب بچوں پر والدین کی کفالت برابر برابر تقسیم ہو گی۔ مثلاً والدین کے ایک مہینے کا خرچہ ایک ہزار روپے ہیں اور بچے دو ہیں تو پانچ سو روپے ایک بیٹے پر واجب ہو گا اور اسی طرح پانچ سو روپے دوسرے بیٹے پر واجب ہو گا۔ کیونکہ وجوب کفالت کا سبب ولاء اور قرابت ہے جو دونوں میں برابر موجود ہے۔ خواہ ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا، چھوٹے اور بڑے کا اعتبار نہیں ہو گا۔

اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے حکم ہے کہ اگر والدین اپنا خرچہ خود نہیں اٹھا سکتے اور ان کی اولاد صاحب حیثیت ہے تو اولاد کو چاہیے کہ والدین کی بھی کفالت کریں اور ان کی کفالت کی ذمہ داری بیٹوں اور بیٹیوں دونوں پر برابر واجب ہے، یہ اولاد کے ذمے والدین کا واجبی حق ہے۔ کسی ایک پر کفالت کی مکمل ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، اس لئے کہ دونوں کے وجوب کا سبب والدین بنے ہیں۔ یہاں تک کہ جب بیٹی کی رخصتی ہو جائے تو اس کے لیے بھی یہ حکم ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً والدین کی خیر گیری کرتی رہے۔

فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

واذا اختلطت الذكور والاناث فنفقة الا بوين عليهما على السوية (58)

"اور جب (اولاد میں) مذکر و مؤنث (شامل) ہوں تو پس والدین کا خرچ ان دونوں پر برابر (تقسیم) ہو گا"۔

اسی طرح علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو كان له ابنان فنفقة عليهما على السواء وكذا اذا كان له ابن و بنت ولا يفضل الذكر على الانثى فى النفقة ----في سبب الوجوب و هو الولاد (59)

"اور اگر دو بیٹے ہوں تو پس ان دونوں پر (والدین کا) خرچ برابر ہو گا اور اسی طرح جب ایک بیٹا اور بیٹی ہو تو (والدین پر) خرچ کرنے میں مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہیں ہو گی کیونکہ وہ وجوب میں برابر ہیں اور وہ پیدائش ہے"۔

والدین کی کفالت اولاد پر واجب ہے اور اولاد میں مذکر و مؤنث سب شامل ہیں۔ ساری اولاد مل کر والدین کی کفالت کرے گی۔ لیکن اگر اولاد میں سے کوئی ایک اس ذمہ داری کو قبول کر لیتا ہے اور اسکے اپنے لیے باعث مسرت و رحمت سمجھتا ہے اور باقی بہن بھائیوں سے شکوہ بھی نہیں کرتا تو ایسا کرنا جائز ہے اور باقی بہن بھائی گنہگار نہیں ہوں لیکن انہیں چاہیے کہ وہ پھر بھی کبھی کبھار والدین کا حال واحوال دریافت کرتے رہیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہیں۔

اگر والدین کی اولاد میں بیٹا اور بیٹی شامل ہیں تو وہ دونوں مل کر والدین کی برابر کفالت کریں گے۔ ایسا نہیں ہو گا کہ بیٹا زیادہ دے اور بیٹی کم۔ مثلاً یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وراثت میں بیٹا دو حصے وصول کرتا ہے لہٰذا کفالت والدین میں بھی اسے دوگنا حصہ ڈالنا ہو گا تو یہ تصور باطل ہے اگرچہ وہ وراثت میں دو حصے ہی لیتا ہے۔ لیکن کفالت والدین میں وہ بہن کے برابر حصہ دے گا، کیونکہ وجوب کفالت کا سبب پیدائش ہے اور اس میں یہ دونوں بہن بھائی برابر ہیں۔

اولاد کے مالدار اور غریب ہونے کی صورت میں کفالت والدین:۔

اگر ایسا ہو کہ ایک شخص کے دو بچے ہیں، ایک زیادہ کماتا ہے اور دوسرا کم یعنی ایک مالدار ہے اور دوسرا غریب تو اس صورت حسب استطاعت ہر بچہ والدین کی کفالت کرے گا۔ لیکن اگر والدین خود صاحب حیثیت ہوں اور اتنا مال ان کے پاس موجود ہے کہ ان کا گزارا آسانی سے ہو سکتا ہے تو پھر بچوں کے لیے یہ لازم نہیں، ہاں اپنی استطاعت کے موافق والدین کی خدمت کرتے رہیں اور اس میں کوتاہی نہ کریں۔ والدین کو ناراضگی کا موقع نہ دیں، نیز اگر والدین حسب استطاعت دینے پر راضی نہ ہوں اور زیادہ طلب کریں تو زیادہ نہ دینے پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وكذا لو كان للفقير ابنان احدهما فائق في الغنى والآخر يملك نصابا فهى عليهما سوية(60)

"اور اسی طرح اگر تنگدست باپ کے دو بیٹے ہوں اور ان میں سے ایک غنی ہو اور دوسرا محض مالک نصاب ہو تو دونوں پر (والدین کی کفالت) برابر ہو گی"۔

فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

قال الشيخ الامام شمس الائمة قال مشايخنا رحمة الله تعالىٰ انما تكون النفقة عليهما على السواء اذا تفاوتا في اليسار تفاوتا يسيرا واما اذا تفاوتا تفاوتاً حشا فيجب ان يتفا وتافي قدر النفقة (61)

"شیخ امام شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ نے کہا کہ جب (بیٹوں کی) کمائی میں معمولی سا فرق ہو تو والدین کا خرچ برابر آئے گا۔ لیکن جب ان (کی کمائی) میں واضح فرق ہو تو پھر والدین کا خرچ بھی اپنی اپنی حیثیت سے واضح ہو گا"۔

ماں باپ اگر ضعیف ہوں اور ذریعہ معاش کچھ نہ ہو تو اولاد پر ماں باپ کی کفالت اور ان کی ضروریات کی تکمیل مساوی واجب ہے۔ لیکن اگر ایک زیادہ خوشحال ہو اور دوسرا عاجز معاش ہو تو دونوں اپنی اپنی حیثیت سے ماں باپ کا تعاون کریں۔

تنگ دستی کی صورت میں کفالت والدین:۔

اگر اولاد تنگ دست ہو تو اس صورت میں اولاد پر والدین کی کفالت واجب نہیں، البتہ اگر اس کی اپنی اولاد ہو تو والدین کو بھی اولاد کے ساتھ رکھ کر کھائے لیکن علیحدہ کفالت بیٹے پر واجب نہیں ہو گی، کیونکہ بیٹا اگر تنگ دست ہو تو اس صورت میں والدین کی کفالت ساقط ہو جاتی ہے۔ بخلاف بیوی اور اولاد کے کیونکہ ان کی کفالت حالت فقر میں بھی واجب رہتی ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یجبر الابن علی نفقة ابویه المعسرین اذا کان معسراوفی انما نیة ولا یجب علی الابن الفقیر نفقة والده الفقیر حکماً(62)

"جب بیٹا خود نادار ہو تو اسے تنگ دست والدین پر خرچ کرنے پہ مجبور نہیں کیا جائے گا اور (فتاویٰ) خانیہ میں ہے کہ نادار والدہ کا خرچ تنگ دست بیٹے پر واجب نہیں ہے"۔

اسی طرح علامہ زیلعی رقمطراز ہیں:

وشرط ان یکون موسرالانه اذا کان معسرا فهو عا جزولا تجب هذه النفقة علی العاجز بخلاف نفقة الزوجة واولاد الصغار لانه التزمه بالعقد فلا تسقط بالفقر(63)

"اور شرط یہ ہے کہ وہ امیر ہو کیونکہ تنگ دست اور عاجز پر خرچ واجب نہیں ہوتا بخلاف بیوی اور چھوٹی اولاد کے خرچ کے۔ کیونکہ وہ عقد کے ذریعے لازم ہے۔ پس (ان کی کفالت) حالت فقر میں بھی ساقط نہیں ہو گی"۔

ضعیف والدین کے لیے خادم کا انتظام کرنا:-

شوہر کے والدین کے لیے کھانے کا انتظام کرنا اگرچہ شوہر کی بیوی پر شرعاً لازم و ضروری نہیں لیکن اگر شوہر کے ضعیف و کمزور والدین کی خدمت کرے، کھانا پکائے تو یہ اس کی سعادت مندی ہو گی اور یہ خدمت اس کے لیے باعث اجر و ثواب ہو گی۔ لیکن اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً جبکہ اس کے لیے کوئی عذر ہو مثلاً بیمار ہو کہ گھر کا کام کاج اس کے لیے نا قابل برداشت ہو۔البتہ شوہر پر لازم ہے کہ اپنے ضعیف والدین کے لیے کھانے کا انتظام کرے، اگر انہیں خادم کی ضرورت ہو تو اس کا بھی انتظام کرے تاکہ اس کے والدین کو خود کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑے. چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وانه اذا احتاج احدهما لخادم وجبت نفقة کما وجبت نفقة المخدوم فکان من جملة نفقة واذا لم یحتج الیه فلا تجب علیه ، فاعلم ذلک و اغتنمه فانه کثیرا لوقوع ، واللہ سبحانه و تعالیٰ اعلم (64)

"والدین میں سے اگر کسی کو خادم کی ضرورت ہو تو اس کا خرچہ دینا بھی لازم ہے۔ جیسے مخدوم کا لازم ہے اور خادم کا خرچہ مخدوم کے خرچہ میں سے ہی ہے اور اگر (والدین کو خادم کی) ضرورت نہ ہو تو (اولاد پر خادم کا انتظام کرنا) لازم نہیں ہے۔ پس اس بات کو اچھی طرح جان لیں یہ کثیر الوقوع مسئلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے"۔

اسی طرح فتاویٰ الھندیہ میں مذکور ہے:

الا ان يكون بالاب علة لا يقدر على خدمة نفسه ويحتاج الى خادم يقوم بشانه ويخدمه فينئته يجبر الابن على نفقة خادم الاب منكوحة كانت او امة كذافى المحيط (65)

"اور اگر ایسا ہو کہ باپ بیمار ہو جو خود اپنی خدمت نہیں کر سکتا اور (اسے) خادم کی ضرورت ہو تو بیٹے کو مجبور کیا جائے گا کہ خادم کا خرچہ دے، چاہیے وہ بیوی ہو یا لونڈی اسی طرح محیط میں (بھی) ہے"۔

علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

يجب للاب و الام على الولد من طعام و شراب و كسوة و سكنى حتى الخادم قال فى الخانية وكما يجب على الابن الموسر نفقة والده الفقير تجب عليه نفقة خادم الاب امراة كانت الخادم اوجارية اذا كان الاب محتاجاً الى من يخدمه(66)

"ماں باپ کا کھانا، پینا، لباس اور رہائش یہاں تک کہ خادم کا خرچہ بھی بیٹے پر واجب ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ جس طرح امیر بیٹے پر تنگ دست باپ کا نفقہ لازم ہے اسی طرح اس کے خادم کا بھی لازم ہے چاہے وہ خادم مرد ہو یا عورت (ایسا تب ہو گا) جب باپ اس کی خدمت کا محتاج ہے"۔

والدین بوڑھے بزرگ یا کمزور ہوں اور اپنی خدمت خود نہ کر سکتے ہوں تو اولاد کو چاہیے کہ ان کی خدمت خود کریں لیکن اگر اولاد اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے والدین کی خدمت نہ کر سکتی ہو تو پھر ان کے لیے خدمت گار کا بندوبست کرنا اولاد کے ذمہ لازم ہے۔ اور خدمت گار کا خرچ بھی اولاد ادا کرنے کی پابند ہو گی۔ یہ اولاد کا والدین پر کوئی احسان نہیں ہو گا بلکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے والدین کو عطا کئے گئے حقوق میں شامل ہے۔ اور اگر صورتحال ایسی ہو کہ باپ بیمار اور کمزور ہے اور اس کی بیوی اس کی خدمت کرتی ہے جو اولاد کی سوتیلی ماں ہے یا باپ کی لونڈی ہی اس کیخدمت کرتی ہے اور نئے سرے سے کسی خادم کو مقرر کرنے کی ضرورت نہیں تو اولاد اس ماں یا لونڈی کا خرچ بھی مہیا کرے گی کیونکہ وہ اولاد کے باپ کی خدمت میں مصروف ہے اور خدمت گار کا خرچہ اولاد پر لازم ہے۔

فاسقہ والدہ کی کفالت کا حکم:

اگر والدہ فاسقہ ہو مثلاً کسی سے ناجائز تعلق ہے اور اولاد اس کی کفالت کر رہی ہے لیکن کافی عرصہ کے بعد اولاد یہ کہے کہ ہماری والدہ کے غیر مرد سے تعلقات ہیں تو ہم ان کی کفالت نہیں کریں گے تو اس سلسلے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس ناجائز تعلق کی وجہ سے والدہ کی کفالت ساقط نہیں ہو گی بلکہ والدہ اگر ضرورت مند اور غریب ہو گی تو اولاد کے ذمے کفالت واجب ہے اور ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی ماں سے قطع تعلق کریں اور اسے چھوڑ دیں بلکہ اگر حقیقتاً کسی سے ناجائز تعلق ہے تو اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اسی طرح اگر والدہ کسی اور گناہ میں مبتلا ہو تو اس گناہ کی وجہ سے والدہ کی

کفالت ساقط نہیں ہو گی کیونکہ قرآنی آیات سے استدلال ہوتا ہے کہ دنیا میں والدین کے ساتھ اعتدال اور خوش اسلوبی سے رہو۔ اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے:

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا(67)

"اور دنیا (کے کاموں) میں ان کے اچھے طریقے سے ساتھ دینا"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا(68)

"اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو"۔

چاہے ماں باپ کافر کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا جب حالت کفر میں والدین کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہنے کا حکم ہے تو حالت اسلام میں بطریقہ اولیٰ یہ حکم ہے اگرچہ کسی گناہ میں مبتلا ہوں۔ اس لیے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ والدین کی کفالت کا سبب وجوب جزئیت اور قرابت ہے، لہٰذا جہاں بھی یہ اسباب موجود ہو جائیں کفالت واجب ہو گی۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

والمعتبر فيهم القرب والجزئية : اى القرب بعد الجزئية (69)

"اور معتبر ان میں قرابت و جزئیت ہے یعنی جزئیت کے بعد قرابت"۔

علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

فلان الجزئية ثابتة و جزء المرء فى معنى نفسه فكمالا تمتنع نفقة نفسه بكفره لا تمتنع نفقة جزئه (70)

"پس اس لیے کہ جزئیت ثابت ہے اور بندے کا جز ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے ہے تو جیسے اس کے اپنے کفر کی وجہ سے اس کی اپنی ذات کا خرچ بند نہیں ہوتا تو اس کے جز کا کیسے ہو سکتا ہے"۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی سے منقول ہے:

واما غير هافلثبوت الجزئية ، وجزء المرء فى معنى نفسه فكما لا تمتنع نفقة نفسه بكفر ، لا تمتنع نفقة جزئه ، الا ان هولاء اذا كانوا حربيين (71)

"اور اس کا غیر ثبوت جزئیت کی وجہ سے (نفقہ کا حق دار) ہے اور بندے کا جز ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے ہے پس جیسے اس کے کفر کی وجہ سے اس کی اپنی ذات کا خرچ بند نہیں ہوتا تو اس کے جز کا بھی خرچ بند نہیں ہو گا، سوائے اس کے کہ وہ (والدین) حربی ہوں"

معلوم ہوا کہ والدہ کا کسی گناہ میں ملوث ہونے پر اس کی کفالت کو ترک کر دینا درست نہیں ہے اور نہ ہی شریعت اسلامیہ اس کی اجازت دیتی ہے۔والدین میں سے کوئی بھی جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہو اولاد کو ان کے ساتھ ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بات کرنی چاہئے اور انہیں برے افعال سے روکنے کی تاکید کریں ان کی کفالت ترک کرنا کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے بلکہ الٹا انسان احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

بیٹے کے غائب ہونے کی صورت میں کفالت والدین:۔

بیٹا غائب ہو اور اس کے والدین محتاج ہوں تو اس سلسلے میں کئی صورتیں بن سکتی ہیں۔یعنی اگر بیٹے کا مال موجود ہو تو دو حال سے خالی نہیں ہوگا،مال یا تو عروض ہوگا یا زمین۔اگر عروض ہو تو اسے فروخت کر کے والدین کی بقدر حاجت کفالت کی جاسکتی ہے،اگر زمین ہو تو اسے فروخت نہیں کیا جائے گا۔والدین کی کفالت کی خاطر۔صاحب رد محتار رقمطراز ہیں:

(یبیع الاب ۔۔۔عرض ابنه)الکبیر الغائب لا الحاضر اجماعا (لاعقاره)(72)

"والدین کے اخراجات پورے کرنے کے لیے غائب بیٹے کے سامان کو تو بیچا جائے گا،مگر حاضر بیٹے کے سامان کو نہیں اس پر اجماع ہے اور نہ ہی زمین بیچی جائے گی"۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹا غائب ہے اور اس کا مال موجود تھا تو والدین بقدر حاجت بیٹے کے مال میں سے لے سکتے ہیں اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس کے سامان کو بیچ بھی سکتے ہیں۔لیکن اس کی زمین کو نہیں بیچا جائے گا۔اس پر اجماع ہے۔

لیکن اگر صورتحال ایسی ہو کہ غائب بیٹے کا مال کسی کے پاس بطور امانت رکھا گیا ہے تو قاضی کے حکم سے والدین کی کفالت اسی مال سے کی جائے گی۔اور اگر امین نے غیر امر قاضی کے ان کے والدین پر خرچ کیا تو اس صورت میں امین پر ضمان آئے گا۔

خلاصہ بحث

قران کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں والدین کی کفالت اور حسن سلوک کی طرف ترغیب اور تاکید کی گئی ہے۔ جہاں تک والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تعلق ہے تو اس سے مراد اولاد ضرورت کے وقت ان کے خرچے کپڑے اور مکان وغیرہ کا بندوبست کرے اور انھیں تمام اسباب معیشت مہیا کرے۔والدین کی رضا میں رضائے حق پوشیدہ ہے اور ان کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔والدین کی کفالت کے متعلق تمام ائمہ و فقہا کے ہاں کچھ قدریں مشترک پائی جاتی ہیں۔ہر

ایک نے والدین کی کفالت کو واجب قرار دیا ہے اور اس میں اختلاف دین کا اعتبار بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا سوائے مرتد اور حربی کے۔ اولاد میں اگر بیٹے بیٹیاں شامل ہوں تو ان سب پر والدین کی کفالت برابر برابر واجب ہوتی ہے۔مذکر مونث کے فرق کو نہیں دیکھا جاتا اولاد کا اپنے والدین پر خرچ کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے والدین تنگدست ہوں اور کمانے پر قادر ہوں یا نہ ہوں۔اگر اولاد خوشحال ہے تو والدین کی کفالت واجب ہوگی، باپ کسب معاش پر قادر ہونے کے باوجود نہ کمائے اور اولاد سے کفالت کا مطالبہ کرے تو اولاد کا باپ کو کسب معاش پر مجبور کرنا جائز نہیں۔اسی طرح اگر دونوں والدین کفالت کے مستحق ہوں تو اولاد دونوں کے خرچ کا خیال رکھے، جتنا خرچ لینے کی استطاعت ہو اس کو دونوں پر تقسیم کریں، نیز اولاد پر سوتیلی ماں کی کفالت بھی واجب ہے کیوں کہ سوتیلی ماں باپ کی خادمہ کے درجے میں ہے اور باپ کے خادم اور خادمہ کا خرچہ بھی اولاد کے ذمہ ہے۔ والدین کی کفالت پر زکوۃ صدقات کفارت کا مال نہیں لگایا جا سکتا۔اولاد خود جو دولت استعمال کرتی ہے اسی میں سے والدین کی کفالت کرے گی نیز والدین کی کفالت کا جب ذکر ہوتا ہے تو صرف ماں باپ تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ اوپر کے تمام اصول دادا دادی نانا نانی سب کو شامل ہوتا ہے اور اسی طرح اگر باپ نادار ہو اور اس کی چھوٹی اولاد بھی ہو جو ضرورت مند ہے اور اس کا بڑا بیٹا مالدار ہو تو اس بیٹے کو باپ کی اور اس کی چھوٹی اولاد کی کفالت پر مجبور کیا جائے گا۔کافر اور ذمی والدین کی کفالت بھی واجب ہے البتہ حربی والدین کی کفالت ساقط ہو جاتی ہے کیوں کہ جو دین کے معاملے میں ہم سے لڑے ہمیں اس پر نیکی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ ابن منطو، محمد بن مکرم، ابوالفضل جمال الدین، افریقی، لسان العرب، ۵۸۸/۱۱، ط:۳دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء
Ibn Manzur, Muhammad Bin Mukrim, *Lisān al-'Arab*, (Beirut: Dar al-Fikr, 1994), 11:588.

2۔ خلیل بن احمد فراہیدیؒ ابی عبدالرحمن ؒکتاب العین، ص۸۴۹، دار الضیاء التراث العربیؒ بیروت، لبنان، س ن
Khalil Bin Ahmad Farahid, *Kitābūl 'Ain*, (Lebanon, Beriut: Dar al-Zia al-Turas al-Arabi),849.

3۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ابو قاسم، المفردات فی غریب القرآن، ص۴۵۴ دار الاحیاء التراث العربی، لبنان ۱۴۲۳ھ
Raghib Iadahani, Abu al-Qasim Husain Bin Muhammad, *Al-Mūfradāt fī Gharīb al-Qur'an*, (Bebanon: Dar al-Turas Al-Arabi, 1423 A.H), 454.

4 ۔نور الحسن نیر، نور اللغات، ۱۰۱۵/۲، ط:۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

Noor al-Hsan Nayyar, *Nūr al-Lūghāt*, (Islamabad: National Book Foundation, 2006), 2:1015.

[5] ۔ابن عابدین شامی، ردالمحتار، ۲۸۱/۵، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س،ن

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, (Karachi: H.M Saeed Company), 5:281.

[6] ۔فیروزالدین، فیروزاللغات، ص۱۰۱۷، قدیم کتب خانہ، کراچی، 1990

Feroz al-Deen, *Fīroz al-Lūghāt*, (Karachi: Qadeem Kutab Khana, 1990), 1017.

[7] ۔سیداحمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ۳۰۵/۳، ادارہ اشاعت اسلام، کراچی، 1992

Syed Ahmad Dehlavi, *Farhang-e 'Asfiah*, (Karachi: Idarah Isha'at-e Islam, 1992), 305.

[8] ۔ وحیدالزماں قاسمی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۱ء

Waheed al-Zaman Qasmi, *Al-Qamūs al-Wahīd*, (Lahore: Idara Islamiyat, 2001).

[9] ۔قومی انگریزی اردو لغت، ص۱۱۷۸، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۲۹ء

Qaomī Ingrzi Urdū Lūghat, (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 1929),1178.

[10] ۔ردالمحتار، ۲۸۱/۵

Rad al-Mūkhtār, 5:281

[11] ۔اصفہانی امام راغب، مفردات القرآن اردو، ۳۶۴/۲، اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ، لاہور، س ن

Raghib Isfahani, Abu al-Qasim Husain Bin Muhammad, *Mūfradāt al-Qur'an*, (Lahore: Islami Academy), 2:364.

[12] ۔ سلیم رستم باز البنانی، شرح المجلہ الاحکام العدلیہ، احیاء التراث العربی، بیروت، الکتاب الثالث، فی الکفالہ، المادہ ۶۱۶، س ن

Saleem Rustam Baaz Al-Bani, *Sharha al-Majallah al-Ahkaām al-'Adliyah*, (Beriut: Ahya al-Turas al-Arabi), 616.

[13] ۔البقرہ، ۲:۲۶۷

Al-Baqarah, 2:267

[14] ۔بنی اسرائیل، ۱۷:۲۳، ۲۴

Al-Isra', 17:23-24

[15] ۔لقمان، ۳۱:۱۴

Lūqmān, 31: 14

[16] ۔لقمان، ۳۱:۱۵

Lūqmān, 31: 15

[17] ۔احمد ابراہیم، نظام النفاقات فی الشریعۃ اسلامیہ، ص ۵۱، المطبعۃ السلفیہ، قاہرہ، ۱۳۴۹ھ

Ahmad Ibrahem, *Nizām al-Nafaqāt fī al-Sharī'at Islāmia*, (Egypt, Cairo: Al-Matba al-Salfia, 1349 A.H), 51.

[18] ۔بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النفقات، رقم الحدیث، 2، 80/107، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶۱ء

Bukhari, Muhammad bin Ismaeel, *Al-Jāme' al-Sahī*, (Karachi: Qadimi Kutub Khana, 1961), 2.

[19] ۔ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۴۲۳/۴، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س۔ن

Mullah Ali Qari, *Marqāt al- Mafāteh*, (Quata: Mataba Rasheediya), 4: 423.

20 ـ مسلم بن حجاج، قشیری، الجامع الصحیح، 1/۳۲۳، باب فضل الصدقہ الاقربین، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۵۶ء؛ ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، الجامع، ابواب البر والصلہ، 2/111۔ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س،ن

Muslim Bin Hajjaj Qusheri, *Al-Jāmeh Al-Sahīh*, (Karachi: Qademi Kutub Khana, 1956), 1:323.
Abu Esa Muhammad bin Sura, *Al-Jāme'*, (Karachi: HM Saeed Company)2:111.

21 ـ البقرہ، 2:83

Al-Baqarah, 2:83

22 ـ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، مکتبہ اسلامی، بیروت، 1985

Khateb Tabrezi, *Mashqāt al- Masābe*, (Beirut: Maktaba Islami, 1985).

23 ـ عمران الحق کلیانوی، کتاب الکفالہ والنفقات، ص:186، دار الاشاعت، کراچی، 2003

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, (Karachi: Dar al-Ish'at, 2003),186.

24 ـ ابن نجیم، البحر الرائق، 1/,494، دار الکتب العربیہ، بیروت۔ 2010

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, (Beirut: Dar al-Kutub Al-Arabia, 2010), 1:494.

25 ـ ایضاً 1/,495

ibid, 1:495

26 ـ فتاویٰ الھندیہ، العالمگیریۃ، 1/564، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ 1983؛ البحر الرائق، 4/205

Aurang Zaib Alamgir, *Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria*, (Quetta: Matabah Rashedia, 1983), 1:564.
Al-Bahr al-Raiq, 4:205

27 ـ فتاویٰ الھندیہ 1/565

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:565

28 ـ عمران الحق کلیانوی، کتاب الکفالہ والنفقات، ص:192

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 193.

29 ـ فتاویٰ الھندیہ، العالمگیریۃ، 1/565

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:565

30 ـ ابن نجیم، البحر الرائق، 4/205

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:205

31 ـ عمران الحق کلیانوی، کتاب الکفالہ والنفقات، ص:193

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 193.

32 ـ البحر الرائق، 4/208

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:208

33 ـ الجزیری، عبد الرحمن، کتاب النفقہ، ص:781، جماعت اسلامی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1877ء

Al-Jaziri, Abdur Rehman: *Kitāb al-Fiqh*, (Lahore: Jamat-e Islami Printing Press, 1877), 781.

[34] ۔کتاب الفقہ، ص:793

Kitāb al-Fiqh, 793

[35] ۔کتاب الکفالہ والنفقات، ص:196

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 196.

36 ۔کتاب الکفالہ والنفقات، ص200

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 200.

[37] ۔ایضاً، ص:47

ibid, 47.

[38] ۔نظام النفقات فی شریعۃ الاسلامیہ، ص:51

Ahmad Ibrahem, *Nizām al-Nafaqāt fī al-Sharī'at Islāmia*, 51.

39 ۔نور محمد غفاری، اسلام کا معاشی نظام، ص:353، مکتبہ شبر برادرز، لاہور، 1990ء

Noor Muhammad Ghaffari, *Islām kā Mu'āshī Nizām*, (Lahore: Maktaba Shair Brothers, 1990), 353.

40 ۔نظام النفقات، ص:59

Ahmad Ibrahem, *Nizām al-Nafaqāt fī al-Sharī'at Islāmia*, 59.

[41] ۔کتاب الکفالہ والنفقات، ص:198

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 198.

[42] ۔کتاب الکفالہ، ص:199

Imran Al-Haq Kalyanvi, *Kitāb al-Kefāla va al-Nafaqāt*, 199.

[43] ۔ردالمحتار، 572/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:572.

[44] ۔البحرالرائق، 206/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:206.

[45] ۔امام کاسانی، بدائع الصنائع، 38/4، دار الکتب العربی، بیروت، 1402ھ

Imam Kasani, *Al-Bad'a al-Sana'a*, (Beriut: Dar al-Kutub al-Arabi, 1402 A.H), 4:38

[46] ۔البحرالرائق، 211-212/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:211-212

[47] ۔امام کاسانی، البدائع الصنائع، 35/4، دار الکتب العربی، بیروت، 1402ھ

Imam Kasani, *Al-Bad'a al-Sana'a*, 4:35

[48] ۔ردالمحتار، 621/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:621.

[49] ۔فتاویٰ الھندیہ، 564/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:564

[50] ۔البحرالرائق، 208/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:208

[51] ۔ لقمان، 15:31

Lūqmān, 31: 15

[52] ۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 7422/10، مطبوعہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن

Wahba al-Zuhaili, *Al-Fiqh al-Islāmī va Adillatuhu*, (Quetta: Matboa Rashedia), 10:7422.

[53] ۔ درالمختار، 631/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:631.

[54] ۔ فتاویٰ الھندیہ، 563/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:563.

[55] ۔ فتاویٰ الھندیہ، 567/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:567.

[56] ۔ ھدایہ اولین، 723

Hadaya Awaleen, 723

[57] ۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، 7423/1

Wahba al-Zuhaili, *Al-Fiqh al-Islāmī va Adillatuhu*, 1:7423.

[58] ۔ فتاویٰ الھندیہ، 564/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:564.

[59] ۔ بدائع الصنائع، 32/4

Imam Kasani, *Al-Bad'a al-Sana'a*, 4:32.

[60] ۔ ردالمختار، 623/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:623.

[61] ۔ فتاویٰ الھندیہ، کتاب النفقات، 565/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:565

[62] ۔ البحرالرائق، 205/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:205

[63] ۔ تبیین الحقائق، 64/3

Tabyyeen al Haqaiq, 3: 64

[64] ۔ ردالمحتار، 616/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār,* 3:616.

[65] ۔ فتاویٰ الھندیہ، 565/1

Al-Fatāva al-Hindia al-'Alagīria, 1:565

[66] ۔ البحرالرائق، 206/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:206

67 - سورہ لقمان، 15:31

Lūqmān, 31: 15

68 - النساء، 36:4

An-Nisa, 4: 36

69 - ردالمحتار، 624/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:624.

70 - البحر الرائق، 208/4

Ibn Najem, *Al-Bahr al-Raiq*, 4:208.

71 - الفقہ الاسلامی وادلتہ، 7428/10

Wahba al-Zuhaili, *Al-Fiqh al-Islāmī va Adillatuhu*, 1:7428.

72 - ردالمحتار، 631/3

Ibn Aab-e Deen Shami, *Rad al-Mūkhtār*, 3:631.